

ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ 3، جلد: 100، جمادی الاولیٰ 1437 ہجری مطابق مارچ 2016ء

عربی مخطوطات کی تحقیق کا منہج

ترجمہ: ”المنہج الأمثل لتحقيق المخطوطات“

از: مولانا محمد یاسر عبداللہ

خادم طلبہ جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

”ڈاکٹر حاتم صالح ضامن (۱۹۳۸ تا ۲۰۱۳ء) ماضی قریب میں عالم اسلام کے معروف محقق و مصنف، علوم قرآن و قراءت سے وابستگی رکھنے والے لائق و فائق اسکالر گزرے ہیں۔ مخطوطات کی تحقیق، شیخ کا امتیازی وصف تھا، شیخ نے اس فن کو اپنی کاوشوں سے معیاری اسلوب فراہم کیا ہے، جس نے اس میدان میں عراقی محققین کو ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ شیخ نے اس اسلوب پر محققین کی ایک پوری جماعت تیار کی ہے۔ ”المنہج الأمثل لتحقيق المخطوطات“ کے نام سے اس مقالے میں اختصار کے ساتھ شیخ نے اپنے منہج تحقیق کی وضاحت کی ہے، جس سے ان کے اسلوب کی امتیازی خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ تحقیق و تالیف سے وابستہ اُردو دان طبقے کے افادہ کے لیے اس مقالے کو اردو قالب میں ڈھال کر پیش کیا جا رہا ہے۔“ (مترجم)

مخطوطات، امت کے علمی تر کے کا جزء اور اس کے تہذیبی و قومی وجود کی اہم دستاویزات ہیں، یہی وجہ ہے کہ امت نے مخطوطات کی حفاظت کا اہتمام کیا اور اس سلسلے میں گوناگوں راہیں نکالی ہیں۔ تحقیق مخطوطات کے پہلو سے ہم آج جن مسائل کا سامنا کر رہے ہیں، ہمارے قدیم علماء ان میں بہت سے مسائل کا حل پیش کر چکے ہیں، مثلاً:

نسخوں کا تقابل، اغلاط کی اصلاح، حذف و سقط اور زیادتی و اضافے کا حل، ایک جیسے حروف کو ممتاز کرنا، حواشی لکھنا، علامات ترقیم اور رموز و اختصارات، مصادر و مآخذ کا ذکر وغیرہ۔

مستشرقین کو ہمارے علمی تر کے کی نشر و اشاعت میں سبقت حاصل ہے، انھوں نے (اپنے تئیں) تحقیق مخطوطات کا منہج ترتیب دے کر اسی کے مطابق کام کیا ہے۔ عربوں نے بھی تحقیق نصوص کا آغاز کیا تو بہت سی نفیس کتابیں منظر عام پر آئیں۔ نیز یونیورسٹیوں کی جانب سے اعلیٰ ڈگریوں کے حصول کے لیے تحقیق تراث کا ذرا ہونے کے بعد تو یہ رجحان زیادہ مضبوط ہوا ہے۔ بغداد یونیورسٹی کے ”کلیۃ الآداب“ میں ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے ”تحقیق نصوص“ کا موضوع داخل نصاب کرنے کا شرف مجھے حاصل ہے، جو نظری اور عملی دونوں پہلوؤں سے پڑھایا جا رہا ہے۔

عراقی محققین کے اسلوب تحقیق کی خصوصیات

گزشتہ ربع صدی سے متقدمین اور متأخرین علماء کے مناہج سے واقفیت کی روشنی میں، میں کہہ سکتا ہوں کہ دیگر ممالک کی بہ نسبت ہماری تحقیقات منفرد خصوصیات کی حامل ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- تخریج کے مصادر و مآخذ میں زمانی تسلسل کی رعایت

اس لیے کہ متقدمین کو فضیلت حاصل ہے اور متأخرین بھی اخبار میں انھیں پر اعتماد کرتے ہیں۔

ایک معروف محقق کی کتاب نظر سے گزری، جس میں ایک شعر کی تخریج میں یوں لکھا تھا:
 ”خزانة الأدب، الأغانی، طبقات فحول الشعراء“.
 محقق موصوف نے زمانی ترتیب کی رعایت نہیں رکھی تھی، انھیں یوں تخریج کرنی چاہیے تھی:
 ”طبقات فحول الشعراء، الأغانی، خزانة الأدب“.

(زمانی تسلسل کا لحاظ اس بنا پر ضروری ہے) کہ ابن سلام کی وفات ۲۳۲ ھ میں، ابوالفرج اصفہانی کی ۳۶۲ ھ میں اور عبدالقادر بغدادی کا وصال ۱۰۹۳ ھ میں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی تحقیقات میں مصادر کا ذکر کرتے ہوئے ہر مصنف کے سن وفات کا بالترام تذکرہ کیا ہے اور اپنے طلبہ پر بھی اُسے لازم قرار دیا ہے۔

۲- اشعار و ارجاز کی تخریج میں محقق مطبوعہ دواوین یا مجموعوں پر اکتفا اور اختلاف روایت کی صورت میں اس کی طرف اشارہ

واضح بات ہے کہ ان تمام مصادر کا ذکر کرنے کی چنداں ضرورت ہی نہیں جن میں وہ شعر آیا ہے، وہ تو بہت زیادہ ہوتے ہیں اور ان کا احاطہ بھی ناممکن ہے۔

ہمارے بہت سے محقق بھائیوں نے اس نکتے سے اختلاف کیا ہے؛ لیکن ہم نے اسی انداز کا التزام کیا ہے اور ہم اس سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیں گے۔ ہمارے شیخ معتمد محقق محمود محمد شاکر (م: ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء) نے ایک نجی خط میں اس منہج کو پسندیدہ قرار دیتے ہوئے ان لوگوں کو ”جاہل محققین“ سے موصوف کیا ہے جو (بلا سبب) زیادہ تخریج کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک چھوٹے سے رسالے میں مذکور ایک شعر کی طرف اشارہ بھی کیا، جہاں محقق نے ستر کتابوں سے شعر کی تخریج کر ڈالی تھی؛ حالانکہ شیخ نے لکھا ہے کہ ”والبيت في ديوانه“ وہ شعر خود شاعر کے دیوان میں موجود ہے۔ اس کتاب اور محقق کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا مقصود یہ نہیں ہے۔

۳- تراجم کے لیے قدیم اور مخصوص مصادر کی جانب رجوع

بعض لوگ محض خیر الدین زرکلی (م: ۱۹۷۶ء) کی ”الأعلام“ یا عمر رضا کحّالہ (م: ۱۴۰۸ھ) کی ”معجم المؤلفين“ کی طرف اشارے پر اکتفا کرتے ہیں، سہولت پسند محققین کا یہی منہج ہے۔ ایک اور قسم کے محققین الل ٹپ کبھی ”الأعلام“ کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو کبھی ”كشف الظنون“ کی جانب، کبھی ”ميزان الاعتدال“ کا ذکر کرتے ہیں تو کبھی ”خزانة الأدب“ کا، یہ انداز درست نہیں۔

ہمارا منہج جو ہمارے خیال میں منفرد منہج ہے، درج ذیل ہے:

تراجم صحابہ کے لیے ان کتابوں کی مراجعت جو مستقل طور پر ان کے تراجم کے لیے لکھی گئی ہیں، مثلاً:

(۱) ”معجم الصحابة“: ابن قانع (م: ۳۵۱ھ)

(۲) ”معرفة الصحابة“: ابو نعیم اصفہانی (م: ۴۳۰ھ)

(۳) ”الاستيعاب“: ابن عبد البر (م: ۴۶۳ھ)

(۴) ”أسد الغابة“: ابن اثیر (م: ۶۳۰ھ)

(۵) ”الإصابة“: ابن حجر (م: ۸۵۲ھ)

مفسرین کے حالات کے لیے ان کے تراجم کے ساتھ خاص کتب کی طرف رجوع، مثلاً:

(۱) ”طبقات المفسرين“: سیوطی (م: ۹۱۱ھ)

(۲) ”طبقات المفسرین“: داؤدی (م: ۹۴۵ھ)

(۳) ”طبقات المفسرین“: (ادہ وی)

محدثین اور راویان حدیث کے تراجم کے لیے ان کے حالات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جو الحمد للہ بہت ہیں، بہ طور مثال بلا حصر ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ”التاریخ الكبير“: امام بخاری (م: ۲۵۶ھ)

(۲) ”تہذیب الکمال“: مزنی (م: ۷۴۲ھ)

(۴) ”تہذیب التہذیب“: ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲ھ)

محدثین میں سے ضعفا کے لیے کتب ضعفا کی جانب رجوع، مثلاً:

(۱) ”كتاب الضعفاء“: بخاری (م: ۲۵۶ھ)

(۲) ”كتاب الضعفاء“: نسائی (م: ۳۰۳ھ)

(۳) ”كتاب الضعفاء“: دارقطنی (م: ۳۸۵ھ)

(۴) ”كتاب الضعفاء“: ذہبی (م: ۷۴۸ھ)

اسی طرح مجروح راویوں سے متعلق کتابیں، جیسے: ”المجروحین“ ابن حبان (م: ۳۵۴ھ) وغیرہ۔

مذہب اربعہ کے فقہاء کے حالات کے لیے شافعیہ، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے طبقات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جو الحمد للہ بہت

سی ہیں۔

شیعہ علماء و رجال کے لیے ان کے ساتھ خاص کتابوں کی طرف رجوع، جیسے کشی (م: ۳۴۰ھ)، نجاشی (م: ۴۵۰ھ) اور طوسی (م: ۴۶۰ھ)

کی شیعہ رجال کے متعلق کتابیں، اور ”روضات الجنات“ خوانساری (م: ۱۳۱۳ھ)

قراء کے تراجم کے لیے ان کے متعلق کتب کی مراجعت، مثلاً:

(۱) ”معرفة القراء الکبار“: ذہبی (م: ۷۴۸ھ)

(۲) ”غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء“: ابن جزری (م: ۸۳۳ھ) جو اس باب میں سب سے وسیع تر کتاب ہے اور بہت سے

قراء کے تراجم میں منفرد ہے۔

اہل تصوف کے حالات کے لیے طبقات الصوفیۃ سے متعلق کتابوں کی طرف رجوع، جیسے:

(۱) ”طبقات الصوفیۃ“: سلمیٰ (م: ۴۱۲ھ)

(۲) ”طبقات الصوفیۃ“: ابن ملقن (م: ۸۰۴ھ)

(۳) ”لواقح الأنوار فی طبقات الأخیار“: شعرائی (م: ۹۷۳ھ)

نحویوں اور لغویوں کے تراجم کے لیے ان کے حالات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جیسے:

(۱) ”مراتب النحویین“: ابو طیب لغوی (م: ۳۵۱ھ)

(۲) ”أخبار النحویین البصریین“: سیرائی (م: ۳۶۸ھ)

(۳) ”طبقات النحویین واللغویین“: ابو بکر زبیدی (م: ۳۷۹ھ)

(۴) ”إنباه الرواة على أنباء النحاة“: قفطی (م: ۶۳۶ھ)

(۵) ”بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة“: سيوطی (م: ۹۱۱ھ)

شعراء کے تراجم کے لیے ان کے حالات پر لکھی گئی کتب کی جانب رجوع، جیسے:

(۱) ”طبقات فحول الشعراء“: ابن سلام (م: ۲۳۱ھ)

(۲) ”طبقات الشعراء المحدثين“: ابن معتر (م: ۲۹۶ھ)

(۳) ”المؤتلف والمختلف“: آدمی (م: ۳۷۰ھ)

(۴) ”معجم الشعراء“: مرزبانی (م: ۳۸۴ھ)

(۵) ”الأغاني“: ابوالفرج اصفہانی (م بعد: ۳۶۰ھ)

نسب، کنیت اور لقب کی تحقیق کے لیے کتبِ انساب و کنیٰ والقباب کی مراجعت، مثلاً:

(۱) ”المؤتلف والمختلف“: ابن حبیب (م: ۲۴۵ھ)

(۲) ”الکُنَى والاسماء“: ذولابی (م: ۳۱۰ھ)

(۳) ”جمهرة أنساب العرب“: ابن حزم (م: ۴۵۴ھ)

(۴) ”الإكمال“: ابن ماکولا (م: ۴۸۶ھ)

(۵) ”الأنساب“: سماعی (م: ۵۶۲ھ) وغیرہ۔

۴۔ زیر تحقیق کتاب میں کسی مقام کے ضبط یا معنی کے سمجھنے کے لیے

اس پہلو سے خاص کتب کی طرف رجوع

چنانچہ کسی مشکل کلمہ کے معنی کے لیے معاجم عربیہ کی جانب مراجعت، جو بحمد اللہ بہت ہیں اور ہر طالب علم پر ان کے مناجج کی پہچان

لازم ہے، ان میں سے بعض خلیل بن احمد (م: ۱۷۵ھ) کی ”العین“ کی ترتیب کے مطابق ہیں، بعض جوہری (م: ۳۹۳ھ) کی ”الصحاح“

کے منج کے موافق ہیں، بعض زمخشری (م: ۵۳۸ھ) کی ”أساس البلاغة“ کے طرز پر ہیں اور بعض منفرد انداز کی حامل ہیں، جیسے: ابن

دُرید (م: ۳۲۱ھ) کی ”جمهرة اللغة“، ابن فارس (م: ۳۹۵ھ) کی ”المجمل“ اور ”مقاییس اللغة“۔

قراءات کی معرفت کے لیے کتبِ قراءات کی مراجعت

محقق کے لیے لازم ہے کہ وہ قراءاتِ سبعہ، قراءاتِ عشرہ اور قراءاتِ اربع عشرہ سے واقف ہو، اور اسے شاذ قراءتوں کی معرفت

بھی حاصل ہو، تاکہ قراءات کے ساتھ خاص کتب کی طرف رجوع کر سکے، جیسے:

(۱) ”شواذ القراءات“: ابن خالویہ (م: ۳۷۰ھ)

(۲) ”المحتسب“: ابن جنی (م: ۳۹۲ھ)

(۳) ”شواذ القراءات“: کرمانی (م بعد: ۵۶۳ھ)

(۴) ”إعراب القراءات الشواذ“: عکبری (م: ۶۱۶ھ)

قرآن کریم کے کسی کلمہ کی وجوہ کی پہچان کے لیے ”کتاب الوجوه والنظائر في القرآن الكريم“ کی جانب رجوع کیا جائے،

مثلاً: مقاتل بن سلیمان اور ہارون بن موسیٰ قاری (م: ۱۷۰ھ) کی کتابیں، یحییٰ بن سلام (م: ۲۰۰ھ) کی ”التصاریف“، اور ابن جوزی

(م: ۵۹۷ھ) کی کتاب۔

قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی معرفت کے لیے ”کتاب غریب القرآن“ کی مراجعت کی جائے، مثلاً: یزیدی (م: ۲۳۷ھ)، ابن قتیبہ (م: ۲۷۱ھ)، ابن عزیر سجستانی (م: ۳۳۰ھ) اور راغب اصفہانی (م: ۴۵۰ھ) کی کتاب۔

قرآن کے کسی کلمہ کے اعراب کے لیے ”کتاب اعراب القرآن“ کی جانب رجوع کیا جائے، جیسے: نحاس (م: ۳۳۸ھ)، ابن خالویہ (م: ۳۷۰ھ)، مکی قیسی (م: ۴۳۷ھ)، عکبری (م: ۶۱۶ھ)، منتخب ہمدانی (م: ۶۴۳ھ) اور سمین حلبی (م: ۷۶۱ھ) کی کتابیں۔

حدیث کی معرفت کے لیے کتاب حدیث کی مراجعت کی جائے، مثلاً: سب سے پہلے ”صحیح البخاری“ (م: ۲۵۶ھ)، پھر ”صحیح مسلم“ (م: ۲۵۱ھ)، پھر امام ابن ماجہ (م: ۲۴۵ھ)، امام ابوداؤد (م: ۲۴۵ھ)، امام ترمذی (م: ۲۷۹ھ) اور امام نسائی (م: ۳۰۳ھ) کی ”کتاب السنن“، اور دیگر کتب حدیث: ”موطا امام مالک“ (م: ۱۷۹ھ) اور ”مسند احمد بن حنبل“ (م: ۲۴۱ھ) وغیرہ۔

البتہ موضوع احادیث کے لیے جداگانہ و مستقل کتابیں ہیں، مثلاً:

(۱) ”الموضوعات“: ابن جوزی (م: ۵۹۷ھ)، (۲) ”الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة“: سیوطی (م: ۹۱۱ھ)، (۳) ”الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة“: شوکانی (م: ۱۲۵۰ھ)

احادیث و آثار کے کسی غریب کلمہ کی تحقیق کے لیے ”کتاب غریب الحدیث“ کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: ابو عبیدہ (م: ۲۲۴ھ)، ابن قتیبہ (م: ۲۷۱ھ)، حربی (م: ۲۸۵ھ) اور خطابی (م: ۳۸۸ھ) کی کتابیں، زحشری (م: ۵۳۸ھ) کی ”الفاظ“، اور ابن اثیر (م: ۶۰۶ھ) کی ”النهاية فی غریب الحدیث والآثر“۔

نباتات کے متعلق کسی کلمے کی معرفت کے لیے کتب نباتات کو دیکھا جائے، مثلاً: اصمعی (م: ۲۱۶ھ) اور ابن قتیبہ دینوری (م: ۲۸۲ھ) کی کتابیں۔

اضداد میں سے کسی کلمہ کی پہچان کے لیے کتب اضداد کی مراجعت کی جائے جو دس کے قریب ہیں اور ان میں قدیم تر قطرب (م: ۲۱۰ھ) کی کتاب ہے۔

مشترک لفظی کلمات کی تحقیق کے لیے اس باب کی کتب دیکھی جائیں، جیسے: ”ما اتفق لفظ“ و اختلاف معناه“ کے نام سے یزیدی (م: ۲۲۵ھ)، ابو عُمَیْشِل (م: ۲۴۰ھ) اور ابن شجرى (م: ۵۴۲ھ) کی کتابیں۔

مترادف الفاظ کی تحقیق کے لیے اس قبیل کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: ”ما اختلفت ألفاظه“ و اتفقت معانیہ“ کے نام سے اصمعی (م: ۲۱۶ھ)، ابن سکیت (م: ۲۴۴ھ)، ہمدانی (م: ۳۲۰ھ)، قدامہ بن جعفر (م: ۳۳۷ھ) اور رُمّانی (م: ۳۸۲ھ) کی کتابیں۔

کلمات ضادیہ یا ظانیہ کی معرفت کے لیے اس باب کی کتب کی مراجعت کی جائے، جو الحمد للہ بہت ہیں، ”کتاب الضاد والطاء“ کے سلسلے کی تیرہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

مذکر اور مؤنث کلمات کی پہچان کے لیے اس باب کی کتابیں دیکھی جائیں، ان میں سے تقریباً دس کتابیں چھپ چکی ہیں، جن میں سے قدیم تر فراء (م: ۲۰۷ھ) کی کتاب ہے۔

مقصود و ممدود الفاظ کی تحقیق کے لیے اس قبیل کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، جو ابن دُرید (م: ۳۲۱ھ) اور ابن مالک (م: ۶۷۲ھ) کی منظومات کے علاوہ بھی اُنہیں ہیں۔

مثلاً لغوی کلموں کی معرفت کے لیے اس بارے میں لکھی گئی کتابیں دیکھی جائیں، جو منظومات کے علاوہ سات ہیں، قدیم تر کتاب

قطرب (م: ۲۱۰ھ) کی ہے۔

شہی کلمے کی پہچان کے لیے اس موضوع کی دو مطبوعہ کتابوں کی مراجعت کی جائے: ”المثنیٰ“ ابو طیب لغوی (مص ۳۵۱ھ) اور ”جنی الجنتین فی تمیز المثنین“ محبی (م: ۱۱۱۱ھ)

ایسے کلمات جن میں عوام غلطی کر جاتے ہیں، ان کی تحقیق کے لیے ”لحن العادة“ یعنی لغوی تصحیحات پر لکھی گئی کتب کی جانب رجوع کیا جائے، جن میں سے قدیم تر کسائی (م: ۱۸۹ھ) کی کتاب ہے، اور کل نو کتب طبع ہو چکی ہیں۔

مصحف و محرف کلمہ کی تحقیق کے لیے کتب تصحیف و تحریف دیکھی جائیں، مثلاً: ”التنبیہ علی حدوث التصحیف“ حمزہ اصہبانی (م: ۳۶۰ھ)، ”التنبیہ علی اغالیط الرواة“ علی بن حمزہ بصری (م: ۳۷۵ھ) اور ”شرح مایقع فیہ التصحیف والتحریف“ ابو احمد عسکری (م: ۳۸۲ھ)۔

معرب کلمے کی پہچان کے لیے اس باب کی کتب کی مراجعت کی جائے، جیسے: ”المعرب“ جوالیقی (م: ۵۳۰ھ)، ”شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل“ شہاب الدین خفاجی (م: ۱۰۶۹ھ) اور ”قصد السبیل فیما فی العربیة من الدخیل“ محبی (م: ۱۱۱۱ھ)۔

انسان کی خلقت سے متعلق کسی بات کی معرفت کے لیے اس نوع کی کتابیں دیکھی جائیں، مثلاً: اصمعی (م: ۲۱۶ھ)، زجاج (م: ۳۱۱ھ)، ثابت بن ابی ثابت اور اسکافی (م: ۴۲۰ھ) کی کتب۔

ازمنہ اور انواء کی پہچان کے لیے اس باب کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: فراء (م: ۲۰۷ھ)، قطرب (م بعد: ۲۱۰ھ)، ابن قتیبہ (م: ۲۷۱ھ)، مرزوقی (م: ۴۳۲۱ھ) اور ابن اجدابی (م قبل: ۴۷۰ھ) کی کتابیں۔

کسی جگہ کی تعیین یا کسی شہر کے نام کی تحقیق کے لیے درج ذیل کتابیں دیکھی جائیں: ”معجم المستعجم“ بکری (م: ۴۸۷ھ)، ”الامکن“ حازمی (م: ۵۸۴ھ)، ”معجم البلدان“ یاقوت (م: ۶۲۶ھ) اور ”الروض المعطار“ حمیری (م: ۷۷۷ھ)۔

کسی ضرب المثل کی معرفت کے لیے کتب امثال کی طرف رجوع کیا جائے، میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر سترہ کتابیں ہیں، قدیم تر کتاب مفصل ضبی (م قبل: ۷۸ھ) کی ہے۔

کسی نحوی مسئلے کی تحقیق کے لیے کتب نحو کی مراجعت کی جائے، جو الحمد للہ بہت ہیں۔

نحو کے کسی اختلافی مسئلے کے لیے اس موضوع میں تالیف کی گئی کتب دیکھی جائیں، جیسے: ”الانصاف فی مسائل الخلاف“ ابو برکات انباری (م: ۵۷۷ھ)، ”التیسین عن مذاہب النحویین البصریین والکوفیین“ عکبری (م: ۶۱۶ھ) اور ”اختلاف النصارى فی اختلاف الکوفیة والبصرة“ شرجی زبیدی (م: ۸۰۲ھ)۔

فنون بلاغت میں سے کسی فن کی معرفت کے لیے کتب بلاغت کی جانب رجوع کیا جائے، جو بحمد اللہ بہت ہیں۔

اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کی پہچان کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی مراجعت کی جائے، مثلاً: ”الفرق بین الفرق“ عبد القاہر بغدادی (م: ۴۲۹ھ)، ”الفصل فی الملل والأهواء والنحل“ ابن حزم اندلسی (م: ۴۵۶ھ) اور ”الملل والنحل“ شہرستانی (م: ۵۴۸ھ)۔

۵۔ اقوال کی تخریج ان کے قائلین کی کتابوں سے ہو اگر وہ مطبوع ہوں، اور اگر وہ کتب ہم تک نہ پہنچی ہوں تو دیگر مصادر سے ان کی توثیق اقوال اور نصوص کی ان کے قائلین کی کتب سے تخریج کو اہمیت دینے سے محقق کو عبارت کی توثیق اور ضبط میں مدد ملتی ہے، بہ طور

مثال میں کہتا ہوں :

نیسان (جولائی) ۱۹۷۳ / میں، میں نے دس نسخوں کو سامنے رکھ کر مکمل بنی ابو طالب (م: ۴۳۷ھ) کی کتاب ”مشکل اعراب القرآن“ کی

تحقیق مکمل کی، اس کتاب میں خلیل (م: ۱۷۵ھ)، سیبویہ (م: ۱۸۰ھ)، فراء (م: ۲۰۷ھ) اور مبرد (م: ۲۸۵ھ) کی کتب سے عبارات منقول ہیں، میں نے ان سب عبارتوں کی تخریج کی؛ حالانکہ سیبویہ کی کتاب سے ان کے اور خلیل کے اقوال کی تخریج میں مجھے بہت مشقت جھیلنی پڑی؛ اس لیے کہ شیخ عظیمہ کی فہرست ۱۹۷۵ء / میں چھپی ہے، اسی طرح سیبویہ کی ”الکتب“ پر عبدالسلام ہارون (م: ۱۴۰۸ھ) کی فہرست بھی ۱۹۷۷ء میں طبع ہوئی ہے۔ ان نقول کے تقابل کے دوران مکی کی کتاب میں کافی اضطراب ملا، وہ کبھی خلیل کے قول کو سیبویہ کی طرف اور کبھی سیبویہ کے قول کو خلیل کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ میں نے تحقیق کے دوران حواشی میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ڈیڑھ سال بعد دمشق سے ”مشکل اعراب القرآن“ چھپ کر سامنے آئی، کسی محقق نے اس کی اشاعت میں جلد بازی سے کام لیا تھا؛ چنانچہ موصوف نے سیبویہ اور خلیل کے چھیالیس اقوال کو یونہی (بلا تحقیق) چھوڑ دیا؛ حالانکہ وہ سیبویہ کی کتاب میں موجود ہیں، بنا بریں اضطراب یونہی بلا اشارہ قائم رہا؛ اس لیے کہ خود محقق کو اس کا ادراک ہی نہ تھا۔ علمی تحقیق میں یہ چیز خلل کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح محقق نے مبرد کے ایسے چودہ اقوال کو بھی بلا تخریج چھوڑ دیا تھا جو ان کی کتاب ”المقتضب“ میں موجود ہیں، اسی طرح فراء کے چار اقوال کی تخریج بھی نہیں کی تھی؛ حالانکہ وہ ان کی کتاب ”معانی القرآن“ میں مذکور ہیں۔ ایک با اعتماد محقق جو اپنا کام عمدگی سے پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہو، اس کے لیے اقوال کی تخریج میں صبر سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔

۶- حواشی کو جو جمل نہ کرنا اور عبارت کو درست صورت میں ضبط کر کے سامنے لانا

اپنے سے پہلی نسل کی تحقیقات سے واقفیت ہوئی تو عجیب و غریب چیزیں دکھائی دیں۔ ایک طرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حالات دو صفحات میں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین صفحات میں، مزید اسی پر قیاس کر لیجیے، اور ادھر کچھ شعراء کے حالات کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، جن میں محقق، شاعر کی شخصیت، اس کے اشعار کے فنون اور مثالوں سے بحث کر رہا ہے۔ نیز موجودہ مطبوعہ کتب کے حواشی میں ایسی بہت سی عبارتیں ہیں، جو دیگر طبع شدہ کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، یہ بلا ضرورت حواشی کو جو جمل بنانا ہے۔ تحقیق، کتاب کی شرح کا نام نہیں؛ بلکہ ہمیں اختصار کے ساتھ توثیق و تخریج، صحیح شکل میں عبارت کے ضبط، اور مؤلف کے مطابق سالم صورت میں نص کو سامنے لانے کی ضرورت ہے، ساتھ ساتھ محض التباس کا احتمال رکھنے والے الفاظ کی شرح ہو۔

۷- تخریج اور حوالہ جات میں علمی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ کتب پر

اعتماد اور دیگر طبعات سے بے اعتنائی

بے شمار کتابیں بلا تحقیق چھاپ دی جاتی ہیں اور ان میں بہت سی تصحیفات اور تحریفات رہ جاتی ہیں؛ لیکن جب وہی کتابیں علمی تحقیق کے ساتھ طبع ہو جائیں تو پھر (دوران تحقیق و تخریج) انہی پر اعتماد ضروری ہے اور محقق کے لیے تحقیق شدہ ایڈیشنوں کے حاصل نہ ہونے کا بہانہ کوئی دلیل نہیں، لہذا شیخ محمود محمد شاہ (م: ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷ء) کی تحقیق کے ساتھ عبدالقادر جرجانی (م: ۴۷۱ یا ۴۷۲ھ) کی ”دلائل الإعجاز“ اور ”أسرار البلاغة“ منظر عام پر آنے کے بعد علمی پہلو سے ان دونوں کتابوں کے سابقہ ایڈیشن ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں۔ اسی طرح قزاز (م: ۴۱۲ھ) کی کتاب ”ما يجوز للشاعر في الضرورة“ دو بار پہلے تیونس میں اور پھر اسکندریہ میں طبع ہوئی ہے؛ لیکن قاہرہ سے جو تیسرا طبع آیا تو اس نے پہلے دو کو گرا دیا ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر ہمارے ہاں اگر طالب علم علمی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ طبعات پر اعتماد نہ کرے تو اس سے باز پرس کی جاتی ہے۔

۸- علمی دیانت اور نص کا احترام

یہ ایک اہم قضیہ ہے جس کی بنا پر ہم بہت مشقت اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں ایسی تحقیقات سے سابقہ پڑتا ہے، جن کے ناشرین نے قلم کی

باگ چھوڑ رکھی ہے، وہ نص میں من مانا تصرف کرتے ہوئے جیسے چاہیں تقدیم و تاخیر اور اضافہ و حذف کرتے ہیں۔ بعض تو اس حد تک تجاوز کر گئے ہیں کہ نہایت بودے دلائل کو بنیاد بنا کر کتاب کا نام ہی بدل ڈالا، پھر اسی کتاب کو دوسرے نام سے چھاپ دیا۔ میں ایسے ناشر کو محقق نہیں کہتا، یہ علم کی بجائے تجارتی نفع کا خواہشمند ہے، تحقیق سے اسے کوئی سروکار نہیں، فابی اللہ لمشتی!

مثلاً: دامغانی (م: ۴۷۸) ھ کی کتاب ”الوجہ والنظار فی القرآن الکریم“ کو عبدالعزیز سید الابل نے چھاپا ہے، جس میں بہت سے ایسے اضافات ہیں جو اصل کتاب میں نہیں، مؤلف کی ترتیب کو بدل کر کتاب کا نام ”إصلاح الوجہ والنظار فی القرآن الکریم“ رکھ دیا ہے، چہ جائے کہ اس کی نسبت میں وہم ہو، یہ ایک ناقابل اعتبار طبع ہے، جسے وقعت نہیں دی جاسکتی۔

شیخ عرفان بن سلیم عشاحسونہ نے ”تہذیب معانی القرآن و اعرابہ“ چھاپی اور مقدمے میں لکھا: ”مجھے خیال آیا کہ میں اس کتاب سے زجاج کی ذکر کی گئی چیزیں حذف کر دوں، تاکہ کتاب عیب دار عبارات سے خالی ہو جائے۔“ سبحان اللہ! کیا کہنے! یہ ناشر صاحب زجاج کی ترتیب پر معترض ہیں اور اس میں تبدیلی و حذف اس لیے چاہتے ہیں کہ اس کے دل میں یہ ”خیال“ آیا ہے، انھیں کیا خبر کہ علمی دیانت اور تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب کو مصنف کی ترتیب کے مطابق جوں کا توں پیش کیا جائے۔

ایک اور عجیب و غریب مثال ملاحظہ ہو: کرمانی (م: ۵۰۵) ھ کی کتاب ”البرہان فی تنابہ القرآن لمافیہ من الحجۃ والبیان“ کو عبدالقادر احمد عطا نے تین بار نہایت گھٹیا انداز میں چھاپا ہے، پہلی بار اس کا نام ”أسرار التکرار فی القرآن“ تھا، اور ناشر کا کہنا تھا کہ سہولت کی بنا پر اس نام کی جانب اس کا میلان ہوا ہے اور اس نے مؤلف کا رکھا ہوا نام اس لیے ترک کر دیا ہے کہ لوگ تنابہ کے معنی سے ناواقف ہیں، یہ طبع تیونس کا تھا، پھر انھیں عیوب کے ساتھ دوبارہ ”البرہان فی توجیہ تنابہ القرآن لمافیہ من الحجۃ والبیان“ کے نام سے دوسرا ایڈیشن شائع کیا، اور مؤلف کے رکھے ہوئے نام میں لفظ ”توجیہ“ کا اضافہ کیا، یہ بیرونی طبع تھا۔ تیسری بار مصر میں چھاپا تو ٹائٹل پر عنوان یوں تھا: ”أسرار التکرار فی القرآن المسمی البرہان فی توجیہ تنابہ القرآن لمافیہ من الحجۃ والبیان“۔ بخدا! یہ علم نہیں تجارت ہے اور اس غلط بیان ناشر نے اسی انداز سے کئی اور کتابیں بھی شائع کی ہیں۔ اللہ اس سے درگزر کرے، اس نے علم اور اہل علم کے ساتھ برا سلوک کیا۔

بہر کیف، یہ ایک مشکل منہج ہے جس میں محقق کو بہت سے مصادر کی جانب مراجعت کرنا پڑتی ہے، جو بعض اوقات اس کی دسترس میں بھی نہیں ہوتے۔ ہم نے اپنے طلبہ کو اعلیٰ تعلیم میں اسی منہج کا پابند کیا ہے، تاکہ وہ تحقیق پر قادر اور ہر باب کے مصادر سے آگاہ ہو کر نکلیں، وہ وسیع آفاق کے حامل ہوں، علمی تر کے میں جدید کی اتباع کریں، ان کے اور جدیدیات کے درمیان اس ربط سے تحقیق کی پختگی اور اس پر قدرت میں گہرا اثر ہوتا ہے۔

تحقیق کوئی آسان کام نہیں، جیسے نادان لوگ اس کا تصور پیش کرتے ہیں، بلکہ یہ ایک مشکل اور تھکا دینے والا عمل ہے، اپنی قابل قدر علمی میراث کے احیاء کی حرص ہی ہے جس نے ہمیں ان مشکلات پر غالب کر رکھا ہے۔ فالحمد لله الذی ہدانا لهذا، و ما کننا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ!

ہمارے نزدیک یہ ایک بہترین منہج ہے، جس میں ہم نے بہت سی صعوبتوں کا سامنا کیا، بہت سے دشمن مقابلے میں آئے؛ لیکن الحمد للہ! تیس سال کے طویل عرصے سے ہم اسے پھیلانے میں کامیاب ہیں اور صرف عراق میں ہی نہیں؛ بلکہ تیونس میں اور الجزائر میں جہاں باتنہ، قسطنطنیہ اور عاصمہ میں تین ادارے کھل چکے ہیں اور ان کا نگران (سلف کے) علمی تر کے کا شیدائی ہمارا ہی ایک طالب علم ہے۔ آج ہم اس پُر امن شہر میں ہیں جس کے باسی خوش و خرم ہیں۔ امید ہے کہ ہم اپنے طلبہ و طالبات کو اس میراث کے احیاء کے لیے تیار کرنے میں کامیاب رہیں گے، جو ہماری گردنوں پر ایک امانت ہے۔ واللہ الموفق!

\$ \$ \$